عراق کی صورتِ حال

خلیل حامدی

(۲)

عبد السلام عارف کا دَور عبد السلام عارف مرحوم اگرچہ نہ اسلام کا علم رکھتے تھے، نہ کسی اور نظریے میں پختہ تھے، اور بر اُس عنصر کا سہارا لینے کے لیے تیار ہو جاتے تھے جس کی مدد سے وہ اپنی حکومت کی جڑیں مضبوط کر سکیں، مگر طبعاً بہت شریف اور نیک انسان تھے۔ ان کی انفرادی زندگی نہایت پاکیزہ تھی اور اسلام سے بھی ان کو اچھی وابستگی تھی۔ اسی وجہ سے عبدالکریم قاسم کے بعد جب انہوں نے ملک کی زمامِ اقتدار سنبھالی تو عراق کے اسلامی عنصر کو جو عبدالکریم قاسم کے دَور میں لگاتار آلام و آفات کا ہدف بنا رہا تھا، قدرے اطمینان کا سانس نصیب ہوا۔ مرحوم کے دَور میں قاہرہ اور بغداد کے تعلقات بھی کچھ بحال ہو گئے۔ مگر صرف ظاہری سطح پر۔ اندرونی معاملات میں کھچاؤ کی کیفیت میں کوئی کمی نہ ہوئی۔ عبد السلام عارف نے کمیونزم اور بعث ازم کے بجائے "اسلامی سوشلزم" کا نعرہ اختیار کیا۔ اور ملک کے اندر ایک نیا رُجحان پیدا کرنے کی کوشش کی۔

عبد السلام عارف اور سوشلزم جدید عراق کی فکری تاریخ کا خلاصہ ہم یُوں بیان کر سکتے ہیں کہ عراقی انقلاب کا آغاز کمیونزم سے ہُوا۔ کمیونزم کے بعد بعث ازم آیا۔ بعث ازم کے بعد سوشلزم کا دَور آیا[1]۔ مگر سوشلزم پر بھی اس کو ٹھیراؤ نصیب نہیں ہے۔ اب وہ نیا راستہ اختیار کر رہا ہے جس پر ہم آگے چل کر گفتگو کریں گے۔

عبد السلام عارف مرحوم نے حالات پر قابو پاتے ہی عراق کے اندر قومی ملکیت کا آغاز کر دیا۔ بنکوں کو قومی تحویل میں لیا گیا۔ انشورنس کمپنیوں اور بعض نئی صنعتوں کو بھی قومی ملکیت میں لینے کا اعلان کر دیا گیا۔ اگست ۱۹۶۴ء میں چائے اور دواؤں کی تجارت بھی قومی تحویل میں لے لی گئی اور ساتھ ہی یہ اعلان کر دیا گیا کہ آئندہ

[1] الاشتراکیۃ فی التجارب العربیۃ ص ۲۶۴

حکومت کسی ادارے کو قومی تحویل میں لینے کا ارادہ نہیں رکھتی۔ جو ادارے تحویل میں لیے گئے انہیں کوئی معاوضہ نہیں دیا گیا۔[۱]

عبدالسلام عارف کا "اسلامی سوشلزم" دراصل ان کے نفسیاتی الجھاؤ کا دوسرا نام تھا۔ ایک طرف قاہرہ نے "سوشلزم" کا طوفان برپا کر رکھا تھا اور سوشلزم کی جو تعریف قاہرہ کر رہا تھا وہ صاف صاف مارکسزم پر چسپاں ہوتی تھی۔ عارف مرحوم "سوشلزم" کو قاہرہ کی تعریف کی روشنی میں قبول کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ اس لیے انہوں نے اس کا یہ حل تجویز کیا کہ "سوشلزم" کے ساتھ "اسلامی" کا لفظ لگا کر اس کو مشرف باسلام کر لیا جائے۔ اُن کے اِس فکری اُلجھاؤ اور دو عملی پالیسی پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک عراقی مُصنّف نے لکھا ہے:

"پھر عراق بھی قافلۂ سوشلزم میں شریک ہو رہا ہے، مگر ایک نرالے ڈھب سے، جو خود صدر عارف کا اختراع کردہ ہے۔ یعنی "اسلامی سوشلزم"۔ ہم یہ نہ جان سکے کہ صدر عارف نے قرآن کی کس سورت اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کس حدیث کے اندر کارل مارکس کے نظریات کی جھلک پائی ہے۔ البتہ یہ واضح ہے کہ "عارفی سوشلزم" کے وجود میں آجانے سے عرب دنیا کے فکری انتشار میں کچھ اور اضافہ ہو گیا ہے"۔[۲]

عراقی سوشلزم، یا عارفی سوشلزم یا اسلامی سوشلزم، جو اصطلاح بھی اختیار کی جائے، دراصل اس سے معنی اور مفہوم میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔ اصطلاحات کے یہ پردے عراقی عوام کو مبتلائے فریب نہ کر سکے۔ ایک عرب مُصنّف نے اس دور میں عراق کا دورہ کر کے وہاں کے حالات کی تصویر یوں کھینچی ہے۔

"عراقی وجدان اس وقت "سوشلزم" انقلاب اور اسی طرح کی دوسری اصطلاحوں سے بڑا خائف ہے۔ سوشلزم کی دعوت کے بارے میں عراقی عوام گہرے شکوک میں مبتلا ہیں۔ وہ دو مرتبہ اشتراکی حکومت کا مزہ چکھ چکے ہیں۔ ان دونوں تجربوں سے انہیں یقین ہو گیا ہے کہ سوشلزم کا نعرہ داخلی اصلاح، عربی تعاون، اور خارجی تعلقات، ہر لحاظ سے ناکام اور موجب فساد ہے۔

[۱] الاشتراکیہ فی التجارب العربیہ ص ۲۶۴۔

[۲] روزنامہ الحیاۃ، بیروت، شمارہ ۱۹ جولائی ۱۹۶۴ء۔

اشتراکی نجربوں نے ملک کی عزت و ناموس کو برباد کر دیا ہے۔ آزادیوں کو پامال کیا ہے۔ اجتماعی کفالت کا لاحاصل ڈرامہ کھیلا ہے۔ بغداد کا تعلیم یافتہ طبقہ سوشلزم کو "غیر ملکی نظریہ" سمجھتا ہے۔ فروری ۱۹۶۴ء میں عراق کی انجمن تصنیف و تالیف کی کانفرنس میں اس پر کھل کر اظہار خیال کیا گیا تھا۔ اس کانفرنس کے تمام مصارف حکومتِ عراق نے برداشت کیے تھے اور اسے اپنی نگرانی میں منعقد کیا تھا۔ صدر عبدالسلام عارف بھی اس کے کئی اجلاسوں میں شریک ہوئے تھے۔ بغداد یونیورسٹی کے چانسلر اور کئی وزرائے حکومت اس کی سرپرستی کر رہے تھے۔ باہر سے جو وفود آئے تھے انہوں نے سوشلزم کی حمایت میں باتیں شروع کر دیں۔ انہیں دراصل عراق کا اندرونی رجحان صحیح طور پر معلوم نہ تھا۔ قاہرہ کے نمائندے امین الخولی اور اس کی بیوی ڈاکٹر عائشہ بنت الشاطی نے جب یہ کہا کہ سوشلزم سے دین اور عرب قومیت کو کوئی خطرہ نہیں ہے، کیونکہ مصر کے اندر سوشلزم نافذ ہے اور اس کے ساتھ ساتھ قاہرہ ریڈیو سے رات دن قرآن کی تلاوت بھی ہوتی رہتی ہے، تو ایک عراقی مصنف نے جو سیکولر ذہن رکھتا تھا اور سوشیالوجی اور اکنامکس کا پروفیسر تھا، اٹھ کر کہا: شیخ امین الخولی اور ان کی فاضل بیوی کو میں بتانا چاہتا ہوں کہ عبدالکریم قاسم کے دور میں بھی کمیونسٹوں نے عراق کے اندر کئی مسجدیں اور مقبرے بنوائے تھے، اور ریڈیو سے قرآن کریم کی تلاوت ہوتی رہتی تھی۔[1]

جنرل عبدالغنی الراوی کا خط عبدالرحمان عارف کے نام

بہر حال مرحوم عبدالسلام عارف "اسلامی سوشلزم" کا واضح تعارف کرائے بغیر دنیا سے رخصت ہو گئے اور اب عراق میں اندرونی طور پر لاوا پک رہا ہے۔ اس کا اندازہ اس خط سے کیا جا سکتا ہے جو میجر جنرل عبدالغنی الراوی نے حال ہی میں صدر عبدالرحمان عارف کو لکھا ہے۔ یہ اُن فوجی افسروں میں سے ہیں جنہوں نے ۱۴ جولائی ۱۹۵۸ء کو عراق میں انقلاب برپا کیا تھا۔ بعث وزارت میں یہ وزیر زراعت رہ چکے ہیں۔ ویانا میں عراق کے سفارتی فرائض بھی انجام دے چکے ہیں۔ نائب صدر بھی رہے ہیں۔ اور عراق کے نہایت بااثر فوجی افسروں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ موجودہ وزارت سے پہلے اُن

---

[1] الحیات بیروت شمارہ ۵ مارچ ۱۹۶۵ء۔

کو وزارت بنانے کی دعوت دی گئی تھی۔ مگر دو روز کے بعد اُن سے دعوت واپس لے لی گئی اور طاہر یحییٰ کو وزارت بنانے کی دعوت دی گئی جو پرانے بعثی ہیں۔ عبدالغنی الراوی نے یکم جولائی ۱۹۶۷ء کو جنگِ عرب و اسرائیل کے بعد صدر عبدالرحمان عارف کے نام جو طویل مکتوب لکھا ہے، اس کا مکمل متن ہم ۹ ۔ اگست ۱۹۶۷ء کے روزنامہ الحیات بیروت سے یہاں نقل کرتے ہیں جس سے اِس ملک میں ایک نئے ابھرتے ہوئے رُجحان کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"جنابِ صدر، میں نے اپنے فرض کا احساس کرتے ہوئے انتہائی نازک حالات میں بھی آپ کے ساتھ ملکی ذمہ داری میں شرکت قبول کر لی تھی۔ میری خواہش تھی کہ ہم حالات کا پُورا پُورا سامنا کریں اور ایک سپاہی کے عزم، مومن کے اخلاص اور انقلابی جذبہ کے ساتھ ان کا مقابلہ کریں۔ اس دوران میں حالات نے تیزی کے ساتھ پلٹا کھایا اور ہم یکایک اس المیہ سے دوچار ہو گئے جو بیان سے باہر ہے اور ہماری پیشانی پر ناقابلِ برداشت سیاہ داغ کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ مگر اس زبردست المیے کا مقابلہ ہم یاوہ گوئیوں اور لہو ولعب سے کر رہے ہیں۔ ہمارا پریس دانستہ اس المیے کو ایسے رنگ میں پیش کر رہا ہے، گویا یہ ہمارے لیے کوئی باعثِ عزت چیز ہے اور شکست نہیں ہے بلکہ کامیابی ہے۔ دراصل ہمارا پریس ہزیمت خوردہ عناصر کے مفاد میں نہایت گمراہ کُن اور عوامی جذبات کے ساتھ کھیلنے کی پالیسی پر گامزن ہے۔ اس صورتِ حال پر خاموش رہنے کا مطلب یہ ہو گا کہ ملک کو مکمل طور پر مادی اور روحانی انحطاط کے حوالے کر دیا جائے۔ اس لیے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ کے سامنے حقیقت کا اظہار کر دوں۔ اگرچہ وہ آپ کو بھی ناگوار گزرے گی اور اس کا اظہار خود میرے لیے بھی شدید تکلیف دہ ہے۔

حقیقتِ حال کو صاف صاف اور پوری طرح بیان کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم ذرا ماضی قریب کا جائزہ لے لیں، کیونکہ موجودہ صورتِ حال سے اس کا انتہائی گہرا تعلق ہے۔ آنجناب کو یاد ہو گا کہ ہم نے ۱۴ جولائی ۱۹۵۸ء کو جو انقلاب برپا کیا تھا اُس کا مقصد ہم نے یہ بتایا تھا کہ یہ انقلاب ہر گونہ پسماندگی، سیاسی اور اقتصادی اجارہ داری، اور متحارب عالمی کیمپوں کی خیمہ برداری کو ختم کرنے

کے لیے برپا کیا گیا ہے۔ ہم نے اس وقت یہ بھی کہا تھا کہ ان مقاصد کے حصول کے لیے ہم ایک خدا پرست حکومت قائم کریں گے جو قوم کے عقیدہ و ایمان کی نمایندہ ہوگی، صالح، اہل اور پاکیزہ عناصر پر مشتمل ہوگی، ابنائے وطن کی صلاحیتوں اور قوتوں کو نشوونما دینے کے لیے صالح ماحول اور پاکیزہ فضا مہیا کرے گی، اور ملک کے لامتناہی خزانوں کو اہل ملک کی مصلحت و مفاد میں صرف کرنے کی انتہائی کوشش کرے گی۔

جناب کو یاد ہوگا کہ یہ تمام سُہانے خواب کس طرح ہوا بن کر اُڑ گئے۔ کس طرح ملک کے اندر خود سر آمریت قائم ہوگئی جس نے ملک کے تمام ذرائع و وسائل اور پُوری کی پوری قوم کو فردِ واحد کی نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لیے وقف کر دیا۔ کس طرح ایک ظالم حکمراں اور اس کی ہمنوا ٹولی نے خیانت کا بازار گرم کیا، انسانی عزت و شرافت کی دھجیاں اُڑائیں، قانون کا منہ چڑایا، ابنائے وطن پر ظلم و ستم ڈھائے۔ اسکولوں اور کالجوں کو جرائم پیشہ گروہوں کے اڈوں میں تبدیل کر دیا گیا جنہوں نے اساتذہ کی مٹی بھی پلید کی اور طلبہ کی بھی۔ مزدوروں اور کسانوں کو پکڑ پکڑ کر لایا جاتا رہا تاکہ وہ سڑکوں پر نفرت انگیز اور انتقام پسندانہ نعرے لگائیں۔ زراعت کا خاتمہ کر دیا گیا۔ اور زراعت کے پورے نظام کو درہم برہم کر دیا گیا۔ کسان بھوکوں مرنے لگے اور انہوں نے شہروں کا رُخ کر لیا۔ تجارت ماند پڑ گئی۔ کساد بازاری کا دَور دَورہ ہوگیا۔

آپ کو یقیناً یاد ہوگا کہ اس وقت کے حکّام نے وطنی اتحاد کو کس طرح پارہ پارہ کیا اور بھائی کو بھائی سے لڑوایا۔ پُرامن شہریوں کا خون پانی کی طرح بہایا گیا۔ وحشت و سراسیمگی کا سماں پیدا کیا گیا۔ اور جو ادارے جمہوریت کے تحفظ کے لیے تھے ان کو عوام کی گردنوں پر مسلط کر دیا گیا۔

بالآخر اللہ تعالیٰ نے اہلِ عراق کی آہوں اور دعاؤں کو قبول فرمایا، اور انہیں شخصی آمریت سے نجات پانے کی ہمت دی۔ آمریت کے خاتمہ پر ہر فرد نے اطمینان کا سانس لیا اور ملک کے اندر امن و اطمینان کی بحالی کی امنگیں عود کر آئیں۔ مگر یکایک پھر ایک ہولناک مصیبت نازل ہوگئی، اور اگر اللہ کا اپنے بندوں پر فضل خاص نہ ہوتا تو وہ بلاشبہ ایک جان لیوا اور تلخ تر

امتحان سے دوچار ہو جاتے۔

مرحوم عبدالسلام نے حکومت کی زمام ہاتھ میں لیتے ہی اعلان کیا کہ انتقام پسندوں کا دور ختم ہو گیا اور انسانی آزادیوں پر دست درازی، انسانی آبرو کی پامالی اور ریاست کو نقصان پہنچانے کا دور بھی ساتھ ہی ختم ہو گیا۔ عراقیوں نے نئی حکومت کا خیر مقدم کیا۔ ان کا خیال تھا کہ موجودہ حکومت نے پچھلی غلطیوں اور ماضی کے واقعات سے عبرت حاصل کر لی ہے۔ مگر تھوڑا ہی عرصہ گزرا کہ اہل عراق دوبارہ یاس وقنوط میں ڈوب گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ نئی حکومت نے بھی باہر سے نظریات کی درآمد شروع کر دی ہے اور انہی نظریات کی بنا پر اس نے ابنائے وطن کی تقسیم بھی شروع کر دی ہے۔ باہمی خانہ جنگی کو ہوا دی جا رہی ہے۔ کچھ لوگوں کو ترقی پسند اور کچھ کو رجعت پسند قرار دیا جا رہا ہے۔ کسی پر دائیں بازو اور کسی پر بائیں بازو کا لیبل چسپاں کیا جا رہا ہے۔ کچھ کو اعتدال پسندوں کی فہرست میں درج کیا جا رہا ہے اور کچھ انتہا پسند ٹھیرائے جا رہے ہیں۔ کچھ قوم پرست ہیں اور کچھ شعوبی (عربی قومیت کے مخالف)۔ الغرض طرح طرح کے القاب تراشے گئے جن سے لوگ اکتا گئے اور نوبت بیزاری تک پہنچ گئی۔ رہی سہی کسر قومی ملکیت کی سطحی اور فوری کارروائیوں نے پوری کر دی، جن کی وجہ سے تجارت اور صنعت کا رہا سہا نظام بھی ختم ہو گیا۔ اور جب سرمایے اور املاک کی ضبطی شروع ہوئی تو لوگوں نے اپنے سرمائے کو ملک سے باہر اسمگل کرنا شروع کر دیا۔ اس طرح ریاست کے تمام ذرائع آمدنی معطل ہو گئے۔ صرف تیل کی آمدنی باقی رہ گئی جس سے ملازمین کی تنخواہیں مشکل ادا کی جاتی تھیں۔ آخر کار عبدالسلام عارف اللہ کو پیارے ہو گئے اور قیادت کی زمام آپ نے سنبھال لی۔

اہل عراق آپ کے بارے میں انتہائی خوش فہمی میں تھے۔ اُن کا خیال تھا کہ ماضی کے واقعات آپ کی آنکھوں کے سامنے گزرے ہیں اور ملک جس انحطاط اور زوال کے منہ میں جا رہا ہے وہ آپ سے مخفی نہیں ہے۔ آپ قوم کی متاع گم شدہ کو واپس دلانے کی کوشش کریں گے، اور کھوکھلے اور گمراہ کن سیاسی نعروں سے ملک کو بچائیں گے۔ بالخصوص جب کہ

ان نعروں کا افلاس واضح ہو چکا ہے اور ان کی حقیقت لوگوں پر کھل چکی ہے۔ عوام کو امید تھی کہ آپ حالات کو صحیح رُخ پر لانے کے لیے پوری تندھی سے کام لیں گے اور راست باز باصلاحیت اور پاکیزہ سرشت افراد کو ساتھ لے کر، بگاڑ سے کنارہ کش رہ کر، ہر کجی کو سیدھا کرنے کی کوشش کریں گے۔ یہی وجہ ہے کہ خود میں بھی پورے اخلاص اور دیانتداری کے ساتھ آپ سے تعاون کرنے کے لیے آمادہ ہو گیا تھا کہ شاید میں آپ کا کسی نہ کسی حد تک ہاتھ بٹا سکوں۔

مگر میں نے محسوس کیا، اور دوسرے لوگ بھی میرے اس احساس میں شریک ہیں کہ آپ جس پالیسی پر گامزن ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ حالات کو جوں کا توں رکھا جائے۔

۲۔ تمام سیاسی دھڑوں کو خوش کیا جائے حتیٰ کہ ان لوگوں کو بھی جن کے نعروں اور نظریات کا کھوکھلا پن واضح ہو چکا ہے۔

۳۔ مختلف خیالات کے ساتھ گڈمڈ ہو کر رکھا جائے اور حقائق کا سامنا کرنے سے گریز کیا جائے۔

۴۔ طالع آزما، کمزور اور منافق عناصر جب تک وفاداری کا اظہار کرتے رہیں اُن سے خوش رہا جائے خواہ وہ درپردہ آپ کی جڑیں ہی کاٹ رہے ہوں۔

یہ ہیں مختصر طور پر وہ اسباب و عوامل جن کی وجہ سے عراق دوسرے عرب ملکوں کے اندر اپنے فطری مقام سے محروم ہے۔ اور وہ مشرق اوسط کی سیاست میں کسی نوعیت کا رول ادا کرنے سے قاصر ہو رہا ہے۔ اقتصادی اور مالی لحاظ سے عراق تباہ ہو چکا ہے۔ زراعت، تجارت اور صنعت پہلے ہی مفلوج ہو چکی ہے۔ اور اب تیل جو آمدنی کا واحد ذریعہ تھا، اس کی سپلائی بھی بند ہو رہی ہے۔ ملک کے مختلف طبقوں اور حلقوں میں انتشار اور تفرقہ بازی میں غیر معمولی اضافہ ہو گیا ہے۔ سرکاری مشینری تغافل، لاپروائی اور منفی ردعمل کی شکار ہو چکی ہے۔ ریاست کا رُعب اور خوف دلوں سے نکل چکا ہے۔ فوج بھی کمزور ہو چکی ہے۔ اس کی تمام قوتیں اور اس کے اسلحہ پے در پے خانہ جنگیوں کی بھینٹ چڑھ چکے ہیں۔ حالانکہ ہماری فوج اتنی مضبوط تھی کہ اگر ہم اس کا صحیح استعمال کرتے تو ہمیں

کسی دشمن کا خطرہ باقی نہ رہتا۔

آج جب کہ ملک ان افسوسناک حالات میں بُری طرح گھر چکا ہے، اور فلسطین کا المیہ اس پر مستزاد ہے، میں چاہتا ہوں کہ ملک کو بچانے اور اسے مزید انحطاط کا شکار ہونے سے روکنے کے لیے فوری اور قطعی حل تجویز کیا جائے۔ اور اُس گھڑی کا انتظار نہ کیا جائے جب کہ مرض لاعلاج ہو چکا ہو۔ میرے نزدیک اس کا علاج یہ ہے:

۱۔ ملک کے اندر ایک مضبوط، باصلاحیت اور بے غرض اور پاکیزہ حکومت قائم کی جائے جسے ملک کی غالب اکثریت کی حمایت حاصل ہو اور جو ان لوگوں کے شور وشغب کو خاطر میں نہ لائے جن کو صرف ذاتی اغراض سے دلچسپی ہوتی ہے اور جو پہلے ہی اس ملک کا ستیاناس کر چکے ہیں۔

۲۔ یہ حکومت بلا امتیاز ملک کے تمام افراد کی صلاحیتوں سے استفادہ کی کوشش کرے اور اسباب ضعف اور نظریاتی اجارہ داری کا خاتمہ کرے جنہوں نے ذہنوں کو مکدر کر رکھا ہے، اور ملکی صفوف میں پھوٹ ڈال رکھی ہے، اور طبقاتی کشمکش کی آگ بھڑکا رکھی ہے۔ یہ حکومت اپنا ایسا پروگرام طے کرے جو قوم کے عقیدہ وایمان سے ماخوذ ہو تاکہ اُسے قوم کی حمایت اور وفاداری حاصل ہو سکے، اور وہ اپنے پروگرام کو صحیح معنوں میں عملی جامہ پہنا سکے۔

۳۔ یہ حکومت پورے اخلاص و تحمل کے ساتھ ان تمام قوانین پر نظر ثانی کرے جو انقلاب نے آج تک نافذ کیے ہیں، مثلاً زراعت، تجارت اور اقتصادی امور سے متعلق قوانین۔ ان قوانین کے اردگرد اگرچہ جذبات کی باڑھ قائم کردی گئی ہے، مگر ان پر نظر ثانی ضروری ہے۔

۴۔ یہ حکومت پورے ملک کے اندر بلا واسطہ عام انتخابات کرانے کے لیے تیار ہو اور لاطائل گروہوں، بلاکوں اور قیادتوں کو واسطہ بنائے بغیر قوم کو براہ راست نظام حکمرانی کی تشکیل کا موقع دے۔

۵۔ اس حکومت کا یہ فرض ہو کہ وہ قوم کے اندر اتحاد پیدا کرے، سب کو ایک کلمہ پر جمع کرے اور یہ کلمہ اسلام کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا جس کے بارے میں کوئی اختلاف قوم میں نہیں ہے۔

اور بھی متعدد اہم فرائض اس حکومت کو سرانجام دینے ہوں گے جن کا تعلق بین العرب سیاست

اور بین الاقوامی پالیسیوں سے ہے۔ بالخصوص المیہ فلسطین کے اثرات کا ازالہ۔ اور آئندہ کے لیے ایسی گہری اور پاکیزہ منصوبہ بندی جو اللہ کی مدد اور توفیق حاصل کرنے کے لیے ضروری ہو۔

جناب صدر، جو باتیں میں نے آپ کے سامنے رکھی ہیں یہ کوئی نئی اور خود ساختہ نہیں ہیں۔ میں یہی باتیں ہر محفل اور ہر ملاقات میں آپ کے گوش گزار کرتا رہا ہوں۔ موجودہ المیہ سے پہلے بھی بار بار ان باتوں کا اعادہ کرتا رہا ہوں اس امید پر کہ شاید آپ کسی نہ کسی روز ان کی صحت اور ضرورت کے قائل ہو جائیں۔ مسٹر ناجی طالب کے استعفیٰ کے بعد جب آپ نے مجھے وزارت کی تشکیل کی دعوت دی تھی تو میں نے اس وقت آپ کے سامنے انہی تجاویز کو دہرایا تھا اور آپ سے وعدہ کیا تھا کہ میں جن تجاویز کے لیے دوسروں کو دعوت دیتا ہوں، اللہ کی مدد اور توفیق سے اور عوام کے اعتماد کے ساتھ میں خود بھی ان کو پورا کرنے کی سرتوڑ کوشش کروں گا۔ اگر میں ان تجاویز کو جامۂ عمل پہنانے میں کامیاب ہو گیا تو یہ میرے خدا کا فضل اور کرم ہو گا اور اگر ناکام ہوا تو یہ میرا ذاتی قصور ہو گا اور آپ کو اختیار ہو گا کہ آپ پھر جسے چاہیں میرا جانشین منتخب کریں۔

لیکن آپ نے ادھر مجھے وزارت بنانے کی دعوت دی اور اُدھر اُسے دو دن کے اندر اندر واپس لے لیا۔ اس تبدیلی کا سبب کیا تھا؛ یہ میرے علم سے باہر ہے۔ مجھے صرف اس قدر معلوم ہے کہ بعض مصلحت پرست اور طالع آزما اور نعرہ باز عناصر نے آپ پر اس دعوت کو واپس لینے کے لیے دباؤ ڈالا تھا۔ حالانکہ یہ وہی عناصر ہیں جنہوں نے ملک کی کشتی کو ڈانواں ڈول کر رکھا ہے، اور المیہ فلسطین میں بھی ان عناصر کا بڑا ہاتھ ہے۔ انہوں نے ملک اور فوج کو ترقی سے روکا اور قوم کے اندر نفاق اور اختلاف کے بیج بوئے۔ بعد ازاں آپ نے فیصلہ کیا کہ آپ خود وزارت کی تشکیل کریں گے۔ آپ نے اپنی وزارت کے جو خدوخال پیش کیے اُن سے واضح ہو گیا کہ آپ بعض عناصر کو خوش رکھنے کی پالیسی پر گامزن ہیں۔ اگلے روز جب آپ نے اپنے چار ولی نائبین سے ملاقات کی اور میں بھی ان میں شامل تھا تو میں نے آپ کی تجویز کردہ وزارت کی سخت مخالفت کی تھی اور آپ سے صاف صاف عرض کر دیا تھا کہ اس وزارت کا اس کے

سوا کچھ حاصل نہیں ہے کہ ملکی خزانہ پر مزید بار ڈال دیا جائے اور وزراء اور نائبین کے لیے بھاری بھرکم تنخواہیں جاری ہو جائیں جن کا کام سوائے تنخواہ وصول کرنے اور دفتر میں حاضری دینے کے کچھ نہیں ہوگا۔ نیز یہ وزارت جن ارکان پر مشتمل تھی اُن میں باہم کوئی اتحاد اور ہم آہنگی نہ تھی جس کی وجہ سے ان کے لیے موجودہ نازک حالات میں فرائض کو ادا کرنا ناممکن تھا۔

جناب صدر، ہمارا ملک اس وقت جس دور سے گزر رہا ہے وہ بہت نازک ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سے اور پوری قوم سے ہماری کوتاہیوں کا محاسبہ کرے گا۔ میں جس طرز کی واضح اور بیّن مقاصد رکھنے والی حکومت چاہتا ہوں، اُس کا قیام آپ کی اختیار کردہ پالیسی کے سائے میں ناممکن ہے۔ اس لیے میں یہ مراسلہ آپ کی خدمت میں لکھ رہا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ آپ حکومت کے نظام، مزاج اور پروگرام میں مناسب تبدیلی عمل میں لائیں گے اور ان لوگوں سے کام لیں گے جو مذکورہ بالا صفات کی حکومت بروئے کار لانے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ اس کے ماسوا آپ جو راستہ بھی اختیار کریں گے میں اس سے بری ہوں۔

میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر آپ صالح حکومت قائم کریں گے تو پوری کی پوری قوم آپ کی پشت پناہی کرے گی۔ اللہ تعالیٰ کبھی اپنے نیک بندوں کی مدد سے ہاتھ نہیں اُٹھاتا۔ خوش قسمت ہے وہ شخص جو اللہ کی رضا جوئی کو پیش نظر رکھے چاہے لوگ ناراض ہو جائیں۔ اور بدقسمت ہے وہ جو انسانوں کی رضا کی طلب میں اللہ کی ناراضی مول لے۔" دیکم جولائی ۱۹۶۷ء،

تازہ صورتِ حال ایک ممتاز فوجی جنرل کے اس طویل خط سے بآسانی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ عراق کے موجودہ احوال سے صرف عوام ہی نہیں اُوپر تک کے لوگ مطمئن نہیں ہیں۔ پچھلے دنوں بغداد کے ایک خطیب نے اپنے خطبہ کے دوران حکومت کے بعض اعمال پر تنقید کی تھی۔ اس کے جواب میں خطیب صاحب کو گرفتار کر لیا گیا اور اس پر کئی روز تک بغداد میں احتجاجی ہڑتال برپا رہی۔ اب حکومت نے مزید اقدام یہ کیا ہے کہ پُورے ملک کے پریس کا گلا گھونٹ کر رکھ دیا ہے۔ وزیراعظم طاہر یحییٰ بعثی نظریات کے علمبردار ہیں۔ اُن کی حکومت نے ۴ ردسمبر ۱۹۶۷ء کو ایک آرڈی ننس کے ذریعہ تمام نجی اخبارات بند کر دیئے ہیں اور ان کے بجائے پانچ سرکاری اخبارات

جاری کیے گئے ہیں جن کے نام یہ ہیں: الجمہوریہ، الثورۃ، المواطن، المساء- آبزرور (انگریزی) - ان اخبارات کی ادارت محکمۂ ثقافت و قومی رہنمائی کے افسروں کے سپرد کی گئی ہے - ایک پریس ٹرسٹ کو ان تمام اخبارات کا نگران بنایا گیا ہے - اور ایک سابق وزیر کو اس ٹرسٹ کا ڈائرکٹر مقرر کر دیا گیا ہے - جن بھی اخبارات کو بند کیا گیا ہے ان میں ایک روزنامہ "التآخی" ہے جو کردوں کا ترجمان تھا پچھلے سال جب کردوں کے ساتھ حکومت کی مصالحت ہو گئی تھی تو یہ اخبار جاری ہوا تھا - اس کے معنی یہ ہیں کہ خدا خدا کر کے کردوں سے تعلقات درست ہونے کی جو شکل بنی تھی بعثی سیاست نے اسے بھی ختم کر دیا - مڈل ایسٹ نیوز ایجنسی کے بیان کے مطابق اب حکومت ٹرسٹ سے اخبارات کو کامیاب کرنے کے لیے مصر سے ماہرین بلائے گی جو صحافت کو ڈکٹیٹروں کے لیے مفید اور عوام کو بے وقوف بنانے میں زیادہ باکمال ہو چکے ہیں - اِن حرکات کے بعد آخر موجودہ حکمرانوں کو نوری السعید اور عبدالالہ کے دور پر زبانِ طعن کھولنے کا کیا حق پہنچتا ہے -

یہ سب کچھ اس وقت ہو رہا ہے جبکہ اپنی حماقتوں کے بدترین نتائج یہ لوگ فلسطین و سینا میں دیکھ چکے ہیں - معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اسرائیل کے ہاتھوں اتنی بڑی چوٹ کھانے کے بعد بھی ان لوگوں کی آنکھیں نہیں کھلیں - ایک طرف اسرائیل ہے جس کے ۲۰ لاکھ باشندے دل و جان سے اپنی حکومت کے حامی ہیں اور جنگ ہو یا امن، دونوں حالتوں میں اس کی اسکیموں کو کامیاب کرنے کے لیے جانیں لڑاتے ہیں - کیونکہ وہاں جو کچھ ہو رہا ہے عوام کی مرضی کے مطابق ہو رہا ہے، اور ہر اسرائیلی محسوس کرتا ہے کہ حکومت کی ذمہ داری میں وہ خود شریک ہے - کوئی شخص اسرائیلی عوام کی مرضی کے خلاف ایک دن بھی حکومت نہیں چلا سکتا - دوسری طرف گرد و پیش کے عرب ممالک ہیں جن میں کہیں بھی حکومت میں عوام کا کوئی دخل نہیں ہے - خفیہ سازشوں اور ریشہ دوانیوں کے ذریعہ سے چند افسر ملک پر قابض ہو جاتے ہیں، اور قابض ہو جانے کے بعد وہ عوام کو بھیڑ بکریوں کی طرح ہانکنے لگتے ہیں - اپنے نیم پُختہ نظریات کو جو زیادہ تر کہیں باہر سے درآمد کیے ہوئے ہوتے ہیں، زبردستی قوم پر ٹھونسنا چاہتے ہیں - پریس کا گلا گھونٹتے ہیں تاکہ ان کی اپنی آواز کے سوا ملک میں کوئی دوسری آواز سنائی نہ دے - ریڈیو اور ٹیلیویژن کے ذریعہ سے لوگوں کو شب و روز فریب دینے کی کوشش کرتے ہیں - اور قوم کی طرف ان کی زیادتیوں پر جو صدائے احتجاج بھی اُٹھتی ہے

نہایت بے دردی کے ساتھ کچلتے ہیں۔ ایسی حالت میں کوئی عرب ملک بھی ایسا نہیں ہے، اور نہیں ہو سکتا جس کی آبادی اُس طرح اپنی حکومت کی پُشت پر کھڑی ہو جس طرح اسرائیل میں یہودی آبادی اپنی حکومت کی پُشت پر کھڑی نظر آتی ہے۔ بلکہ اس کے برعکس عرب حکومتوں کی طاقت کا بڑا حصّہ تو اسرائیل کے مقابلہ میں صرف ہونے کے بجائے خود اپنی قوم کو دبا کر رکھنے پر صرف ہو رہا ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر ستم کی بات یہ ہے کہ اُدھر اسرائیل کے لیڈر یہودیت کے نام پر اپیل کر کے نہ صرف اسرائیل بلکہ دنیا بھر کے یہودیوں میں جذبۂ جہاد اُبھار رہے ہیں اور ادھر عرب ملکوں پر وہ سر پھرے لیڈر مسلط ہیں جو روس اور چین سے سوشلزم درآمد کر کے اور مسلمانوں کے دینی جذبات سے لڑ کر رہی سہی روحِ جہاد کو بھی ختم کیے دے رہے ہیں۔

حج مبارک

یہ کتابیں سفرِ حج میں آپ کی بہترین رہنما اور رفیق ثابت ہوں گی

کتابُ الحج (مرتبہ عبدالحمید خان) خانہ کعبہ کی تعمیر، حجۃ الوداع کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کا طریقِ ادائیگی فرائض حج۔ گھر سے لے کر اختتامِ حج تک تمام مناسکِ حج ادا کرنے کے طریقے اور دعائیں۔ قیمت: 3.50

نظرے خوش گزرے: عبدالحمید خان کا یہ سفرنامہ مقاماتِ مقدسہ کے زائرین کے لیے خضرِ راہ ہے۔ ہر مقام کا حال تاریخی پس منظر کے ساتھ دلچسپ پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے۔ 3.50

قرآنی جواہر پارے: اُن آیاتِ قرآنی کا انتخاب مع ترجمہ، جو تمام شعبہ ہائے زندگی کو محیط ہیں۔ اور جنھیں تقریر و تحریر میں حوالہ کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ 2.50

رسُول اللہ نے فرمایا: بُنیادی عقاید، اخلاق اور اعمال سے متعلق حدیثیں جنھیں مشعلِ راہ بنا کر ہم صحیح اسلامی کردار و اخلاق سے بہرہ ور ہو سکتے ہیں۔ قیمت: 2.75

رُوحِ اسلام: دینی، اخلاقی، معاشرتی اور ثقافتی موضوعات پر بصیرت افروز مقالات۔ صحیح اسلامی رُوح پیدا کرنے کے لیے اس کا مطالعہ ضرور کیجیے۔ قیمت: 10.00

فیروز سنز لمیٹڈ

لاہور ــــ راولپنڈی ــــ منگلا ــــ ملتان ــــ پشاور ــــ حیدر آباد ــــ کراچی